

## اسلام کا تربیتی نظام صحیفہ سجادیہ کے تناظر میں

مؤلف: حمید مقامی

مترجم: مولانا ڈاکٹر رضوان حیدر

اسلام کے تربیتی نظام کی تحلیل و استنباط کے لئے ائمہ مخصوص میں علیہم السلام کی دعائیں اور خاص طور پر امام زین العابدینؑ کی گران قدر دعائیں اہم ذرائع شمار ہوتی ہیں۔ اس مقالہ میں صحیفہ کاملہ میں موجود تربیتی طریقوں کے مقاصد، اصول اور نبیادوں کا جائزہ لیا جائے گا۔ پہلے تربیتی نظام، اہداف و مقاصد، مبانی و اصول اور تربیت کے طریقوں جیسے مفہوم کی تعریف و تحلیل کی جائے گی اور ان مفہوم کے درمیان ربط کو واضح کیا جائے گا اور پھر ان عناصر کے درمیان موجود منطقی ربط کے پیش نظر، صحیفہ سجادیہ کے نقطہ نظر سے تربیت کے عملی طریقوں کو بیان کیا جائے گا۔

زبان دعا تربیت کا بہترین طریقہ ہے اور صحیفہ کاملہ میں شیعوں کی تعلیم و تربیت کے لئے اسی طریقہ کو بروئے کار لایا گیا ہے۔ یہ زبان ایک جذباتی اور عقلانی زبان کے عنوan سے تربیت پانے والوں کے اندر عقلانی جذبہ اور دل انگیز شعور پیدا کرتے ہوئے، تربیت کی طرف ان کی رہنمائی کرتی ہے۔ صحیفہ کاملہ کی کلی اور جزئی تربیتی رہنمائیاں، انسان شناسی کے نبیادی اصول اور تربیت کے بلند مقاصد پر مبنی ہیں جس کی وجہ سے، اسلامی تعلیم و تربیت کے نظام کو ایک منطقی اور خوبصورت ڈھانچہ عطا کرتی ہیں۔ اگرچہ یہ ڈھانچہ صحیفہ کاملہ میں کسی معین صورت میں ظاہر نہیں ہوتا لیکن ایک ایسے استنباط کا محتاج ہے جس کے ذریعہ اس کے نبیادی اصول و مقاصد واضح ہو سکیں۔

**تریبیتی نظام:** تربیتی نظام یعنی تربیت سے تعلق ایسے منظم مفہوم و افکار کا مجموعہ جو ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں اور بنیادی طور پر تربیت کی کیفیت کو واضح کرتے ہیں اور یہ مفہوم کچھ اس طرح ہیں: مبانی، مقاصد، اصول اور طریقے جو تعلیم و تربیت کے بنیادی عناصر کے نام سے جانے جاتے ہیں۔

**تربیت کے مقاصد:** تعلیم و تربیت کے باب میں اہداف و مقاصد وہ آخری نقطہ اور مطلوبہ کیفیت ہے جس پر ہماری تربیتی کوششیں ارادی طور پر مرکوز ہوتی ہیں۔ مقاصد کو مجموعی طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک آخری مقصد اور دوسرا بالواسطہ مقاصد۔ بعض بالواسطہ مقاصد ایک دوسرے سے عرضی تناسب رکھتے ہیں یعنی ایک دوسرے کے پہلو میں رہتے ہوئے انسان کے مختلف حالات پر نظر رکھ سکتے ہیں اور یہ اہداف، غالی اہداف کے مقابلہ میں طولی ربط رکھتے ہیں یعنی یکے بعد دیگرے اور غالی اہداف کے حصول کی ایک کڑی شمار ہوتے ہیں۔ صحیفہ کاملہ میں اس طرح کے بعض اہداف کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

**تربیت کی بنیادیں:** تربیت کی بنیادیں انسان کی عام خصوصیات کو بیان کرتی ہیں اور ایسے جملوں کے ذریعہ جن میں ”ہے“ کا استعمال ہوا ہے، قابل بیان ہیں۔ دوسرے لفظوں میں تعلیم و تربیت کی بنیادیں انسان کی پوزیشن، ذرائع، اس کے حدود اور اس کی ضرورتوں کے بارے میں بحث کرتی ہیں جن سے انسانی زندگی مسلسل دچار رہتی ہے۔ اس مقالہ میں مبانی تربیت سے مراد صحیفہ کاملہ سے ماخوذہ تجویزات ہیں جو انسان کی عام خصوصیات کو بیان کرتے ہیں۔

**تربیت کے اصول:** ایسے قوانین کا مجموعہ ہے جن کو مبانی (انسان کی عام خصوصیات) اور مقاصد کے پیش نظر دریافت کر کے، عملی تربیت میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس بحث میں جن اصولوں پر بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے، ان کی بنیاد صحیفہ کاملہ سے حاصل شدہ مبانی ہیں اور یہ اصول، تربیت کے طریقوں کے دریافت کرنے کی راہ ہموار کرتے ہیں۔

**تربیت کے طریقے:** یہ طریقے وہ دستور العمل ہیں جن کو مترتبی کے اندر مطلوب تبدیلیاں پیدا کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس دستور العمل کا ہر حصہ کسی نہ کسی تربیتی اصول کے ضمن میں پایا جاتا ہے اور اسی پر موقوف ہے۔ تربیت کے طریقوں کو حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مبانی، اہداف اور ان کے

درمیان آپسی ارتباط کو مد نظر رکھا جائے۔ اس مقالہ میں اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ تربیتی طریقوں کو صحیفہ کاملہ کے مبانی و اہداف کے پیش نظر حاصل کیا جائے۔

### صحیفہ کاملہ میں تربیت کے اہداف

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں اہداف کی دو فرمیں ہیں۔ ایک آخری مقصد اور دوسرا بالواسطہ اہداف۔ بالواسطہ اہداف، آخری ہدف سے طولی رابطہ رکھتے ہیں اور وہ اسی وقت مفید ہیں جب آخری ہدف سے وابستہ ہوں۔ چنانچہ ان کی اہمیت آخری ہدف کی وجہ سے ہے اور یہ تمام اہداف ایک دوسرے کے ساتھ مل کر انسان کے اجتماعی، سیاسی، اقتصادی، اخلاقی اور فکری مراتب پر نظر رکھتے ہیں۔

**آخری ہدف:** امام زین العابدینؑ کی نظر میں تربیت کا آخری ہدف (آخری مقصد) قرب الہی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ چنانچہ پوری صحیفہ کاملہ میں خدا کی طرف توجہ موجز ہے۔ امامؑ نے نظام تربیت کو خدا سے گھنگلو اور دعا کے پیرائے میں بیان فرمایا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ زندگی کو خدا کے نام اور اس کی یاد اور اس کے تقرب کے ذریعہ زینت دینا چاہئے۔

بنیادی طور پر خود لفظ دعا تربیت کرنے والا اور رہنمایا ہے۔ دعا خود بخود روح کو پاک کرتی ہے اور بلندی و تقرب کی راہ کو ہموار کرتی ہے۔ امام علیہ السلام نے بہت سی دعاؤں میں خدا کے تقرب کا مطالبہ کیا ہے اور جو لوگ اس کے تقرب حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے انہیں کامیاب لوگوں میں شمار کیا ہے:

یا مَنْ تَنْقِطُعُ دُونَ رُوَيْتَهُ الْأَبْصَارُ صَلَّى عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَدِنَتَا إِلَى فُرِيَّكَ۔ ترجمہ:  
اے وہ کہ جس کو آنکھیں دیکھنے سے قاصر ہیں! محمد و آل محمد (علیہم السلام) پر رحمت نازل فرمایا  
اور ہمیں اپنا تقرب عطا فرم۔<sup>۱</sup>

وَ مَنْ تُقَرِّبِهُ إِلَيْكَ يَعْنَمُ۔ ترجمہ: جس کو تو نے اپنا تقرب عطا کیا وہ فائدہ میں رہا۔<sup>۲</sup>

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۵، بند ۳

۲۔ ایضاً، دعا ۵، بند ۶

اور سچ تو یہ ہے کہ یہ فائدہ سعادت و نیک بخشی اور انسانی تربیت کے اصل مقصد کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے اور اس مقصد کو حاصل کیا جاسکتا ہے، اس لئے کہ جو بھی خداوند عالم سے تقرب کے لئے اس کی رسی سے متنکر ہو گیا، اس نے اس کا تقرب حاصل کر لیا:

الْقَرِيبُ إِلَى مَنْ حَأْوَلَ قُرْبَكَ۔ ترجمہ: جس نے تیرے قرب کا ارادہ کیا تو اس کے

قریب ہو گیا۔<sup>۱</sup>

یہیں سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم و تربیت کے آخری مقصد کو حاصل کرنے کے لئے زندگی کے ہر مرحلہ میں قصد قربت کیوں ضروری ہے اور اس را میں کوشش کرنا متربی کی ذمہ داری ہے:

وَأَذْقِنِي طَعْمَ الْفَرَاغِ لِمَا تُحِبُّ بِسَعَةٍ مِّنْ سَعَتَكَ وَالْإِجْتِهَادِ فِيمَا يُرِلُّ لَدِيْكَ وَعِنْدَكَ۔ ترجمہ: مجھے اپنی و سعتوں کی بنیاد پر اپنے محبوب اعمال کے لئے فرصت اور اپنی بارگاہ سے قریب تر بنانے والے اعمال کی کوشش کا مزہ چکھا دے۔<sup>۲</sup>

اسی بنیاد پر تمام بالواسطہ اہداف جو کہ انسانی زندگی کے مختلف مراحل پر محيط ہیں، کو آخری مقصد پر منتہی اور تمام ہونا چاہئے ورنہ اس کا کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ خدا کے قرب و ملاقات کی اس کوشش میں شوق و ذوق کا ہونا ضروری ہے:

وَشَوْقٌ لِلْقَائِكَ۔ ترجمہ: میرے اندر اپنے دیدار و ملاقات کا شوق پیدا کر دے۔<sup>۳</sup>

متربی کا مقصد صرف و صرف اس کا دیدار و ملاقات ہونا چاہئے:

وَاجْعَلْ فِيمَا عِنْدَكَ رَغْبَتِي شَوْقًا أَلَى لِقَائِكَ۔ ترجمہ: اور اپنے ثواب کی رغبت پیدا کر دینا تاکہ میں تیری ملاقات کا مشتاق بن جاؤں۔<sup>۴</sup>

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۳۵، بند ۲۱

۲۔ ايضاً، دعا ۳۷، بند ۱۲۵

۳۔ ايضاً، دعا ۳۷، بند ۱۲۶

۴۔ ايضاً، دعا ۵۳، بند ۳

اللہ تعالیٰ کا تقرب اس عنوان سے کہ اس دنیا کی تربیت کا آخری اور اصلی مقصد ہے، اس قدر اہم ہے کہ امام زین العابدینؑ کی نظر میں وہ انسان کے سکون کا سرچشمہ ہے:

وَاجْعَلْ لِي عِنْدَكَ مَقْبِلًا آوِي إِلَيْهِ مُطْمِئِنًا وَ مَثَابَةً أَتَيْوَهُ وَ أَفْرَغْ عَيْنِي۔ ترجمہ:

میرے لئے اپنے قرب میں وہ مقام قرار دے جو میرے لئے سکون و اطمینان کا باعث ہو اور میری آنکھوں کو روشن کر دے۔<sup>۱</sup>

یہ سکون و اطمینان کا مقام اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب متربی اپنے پورے وجود یعنی مال و دولت و نفس و جان سے قصد قربت رکھتا ہو اور اس کو جوار رحمت الہی تک پہنچنے کا ذریعہ سمجھتا ہو:

وَاجْعَلْ مَا حَوَلَتِنِي مِنْ حُطَامَهَا وَ عَجَلَتْ لِي مِنْ مَتَاعِهَا بُلْعَةً إِلَى حَوَارِكَ وَ وُصْلَةً إِلَى قُرْبِكَ وَ ذَرِيعَةً إِلَى جَهَنَّمِكَ۔ ترجمہ: جو کچھ تو نے مجھے مال و متعای دنیا عطا کیا ہے اور جو بھی تو نے (اس دنیا میں) دیا ہے اسے اپنے جوار تک پہنچنے کا ذریعہ اور تقرب اور جنت کا وسیلہ قرار دے۔<sup>۲</sup>

لہذا جو کچھ بیان کیا گیا اس کا مطلب یہ ہے کہ قرب یعنی خدا کی طرف رخ کرنا، خدا سے دوری اور رو گردانی کے برخلاف۔ تعلیم و تربیت کے عمل میں جو چیز مقصد کے لئے اہم ہے وہ متربی کا ذات خداوند متعال کی طرف متوجہ ہونا ہے، اس طرح کہ اس کا ہر کام اور ہر عمل خدا کی یاد اور اس کی توجہ کے ساتھ انجام پائے اور وہ غفلت میں نہ ڈوب جائے۔

توجہ کے بھی مراتب ہوتے ہیں جو انسان کے ظاہر اور باطن پر محیط ہوتے ہیں۔ جس قدر بھی ظاہری اور باطنی توجہ زیادہ ہو گی خدا سے تقرب اتنا ہی زیادہ ہو گا اور یہ توجہ جس قدر سطحی اور معمولی ہو گی خدا سے تقرب اتنا ہی کم ہو گا، لیکن اس راہ پر گامز ن رہنا سب سے زیادہ اہم ہے۔ متربی اپنے معبد کی طرف جو بھی قدم اٹھاتا ہے، چاہے وہ قدم چھوٹا ہی کیوں نہ ہو وہ تقرب کے ایک درجہ کو پاہی لیتا ہے، اس طرح وہ پچھلے حالات کی بنسht اس سے اور زیادہ تقریب ہو جاتا ہے، اگرچہ وہ بلند مرتبہ اور رتبہ کی بنسht مکروہ ہوتا ہے۔

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۷، بند ۱۲۹

۲۔ ایضاً، دعا ۳۰، بند ۶

اسلامی تعلیم و تربیت میں مرتبی کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ ہمیشہ مترتبی کی آگے کے درجہ کی طرف رہنمائی کرتا رہے اور مترتبی بھی اپنے کاموں میں قرب الہی کا قصد رکھے تاکہ وہ بھی مسلسل مرتبی کے ساتھ ساتھ بلند مراتب اور قرب الہی کو حاصل کرتا رہے، جیسا کہ امام زین العابدینؑ بھی ایک مرتبی کی حیثیت سے خداوند عالم سے تقرب چاہتے ہیں:

و ادنا الی قربک۔ ترجمہ: ہمیں اپنے تقرب سے قریب کر دے۔<sup>۱</sup>

یہی وجہ ہے کہ اسلامی تعلیم و تربیت میں مرتبی اور مترتبی دونوں مسلسل تبدیلی کی کیفیت میں رہتے ہیں۔ ایسی تبدیلی جس میں ہر لمحہ پہلی مرحلہ سے زیادہ بلند و کامل مرتبہ حاصل ہوتا رہتا ہے۔

#### بِالْوَاسْطِهِ مَقَاصِدُ

عقلانی تربیت: تربیت کی راہ میں رکاوٹ بننے والی چیزوں کے مقابلہ میں مترتبی کو جو چیز مختکم و مضبوط بناتی ہے وہ اس کی عقلانی قوت ہے جو اس کو تربیت کے آخری مقصد کے اعتبار سے مطلوبہ مقام تک پہنچنے میں مدد کرتی ہے۔ عقلانی تربیت ایک اہم بالواسطہ مقصد کے عنوان سے ”عقلانی دستور“ تک پہنچنے اور قرب الہی کے مقام کو حاصل کرنے میں مترتبی کی مدد کرتی ہے اور اس کے بغیر اس راہ پر گامزنا رہنا بہت ہی سخت بلکہ ناممکن ہے۔ اس لئے کہ شیطان ایک اہم ترین رکاوٹ کی حیثیت سے تعلیم و تربیت کے عمل میں فکری اور روحانی بے چینی پیدا کرتا رہتا ہے اور انسان کی صلاحیتوں کو بروئے کار نہیں آنے دیتا۔ امام زین العابدینؑ نے دعائے مکار مالا اخلاق میں اس مسئلہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

أَلَّا فَمَّا أَجْعَلْتَنَا مَا يُلْقَى الشَّيْطَانُ فِي رَوْعِي مِنَ الشَّمَنِي وَالشَّطَنِي وَالْحَسَدِ ذَكْرًا  
لِعَظَمَتِكَ وَتَفَكُّرًا فِي قُدْرَتِكَ وَتَدْبِيرًا عَلَى عَدُوِّكَ۔ ترجمہ: خداوندا! شیطان ہمارے دل میں جو جھوٹ، بدگمانی اور حسد ڈالتا ہے تو اس کو اپنی عظمت کی یاد، اپنی قدرت کے خیال اور اپنے دشمن کے مقابلہ میں عاقبت اندریشی میں بدل دے۔<sup>۲</sup>

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۵، بند ۳

۲۔ ایضاً، دعا ۲۰، بند ۱۳

صحیفہ کاملہ کی نظر میں عقلانی تربیت کے تین مرحلے قابل تصور ہیں:

۱۔ ذکر (ذکر اعظمتیک)

۲۔ فکر (تکرائی قدرتیک)

۳۔ تدبیر (تدبیر اعلیٰ عدوک)

پہلا مرحلہ جس کو امام علیہ السلام نے ذکر کا نام دیا ہے، مترتبی کے علم کی یاد ہانی ہے۔ مترتبی ایک انسان کی حیثیت سے فطرتاً بھول اور غفلت سے دوچار رہتا ہے اور چونکہ مربی کی جانب سے یاد ہانی (ذکر) اور مترتبی کی جانب سے یاد (ذکر) عقلانی تربیت کے بالواسطہ ہدف کے پیش نظر اور اسلامی تعلیم و تربیت میں آخری مقصد تک رسائی کے ایک اہم و بنیادی اصل ہونے کے اعتبار سے توجہ کا مرکز ہے، لہذا مربی کو چاہئے کہ عقلانی تربیت کے پہلے مرحلہ میں سب سے پہلے مترتبی کے ذہن کو تحریک کرتے ہوئے اس کی فطری اور اکتسابی معلومات کو خداوند عالم کی عظمت و بزرگی (ذکر اعظمتیک) کی طرف رہنمائی کرے اور اس کو اس مسئلہ کے متعلق سوچنے اور سمجھنے پر آمادہ کرے۔ اسی طرح مربی کو چاہئے کہ مترتبی کے لئے خداوند عالم کی قدرت میں غور و فکر کرنے کی راہ ہموار کرے۔ (تکرائی قدرتیک)

ان دونوں مرحلوں کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مترتبی کو تدبیر حاصل ہو جائے گی۔ (تدبیر اعلیٰ عدوک) مترتبی ذکر و فکر کے بعد ایسی عقلانی طاقت حاصل کر لیتا ہے جس کے ذریعہ اور تدبیر و دوراندیشی کے ساتھ تربیت کی راہ میں موجود رکاوٹوں (شیطان جو اس کا دشمن ہے) کو سمجھ سکتا ہے، البتہ یہ سب چیزیں صرف خدا کی توفیق اور اس کی مدد سے ہی ممکن ہیں۔

**خدا کی معرفت:** صحیفہ کاملہ میں تربیت کے بالواسطہ مقاصد میں سے ایک خدا کی معرفت ہے اور یہ مقصد جو آخری مقصد کے حصول کی کنجی ہے، خداوند عالم سے تقرب کے حصول میں بہت اہم کردار ادا کرتا ہے، کیونکہ خداوند عالم کی معرفت کے بغیر اس کا تقرب ممکن نہیں ہے۔ خداوند عالم کی قربت، اچھے اخلاق سے آرائستہ ہونا، حصول ایمان اور اس کی ذات پر تکل اور تقوی یہ ساری چیزیں اس کی مکمل اور گہری معرفت پر منحصر ہیں۔

معمولی معرفت کی وجہ سے خدا اور بندے کے درمیان ایک کمزور رابط وجود میں آتا ہے اور جس قدر یہ معرفت وسیع و عمیق ہوتی جاتی ہے، یہ رابطہ اور زیادہ محکم و مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے۔ امام زین العابدین

نے اپنی متعدد دعاؤں میں معرفت الہی کی گفتگو کی ہے اور توحید اور اس کے مراتب، خداوند عالم کی ذات، صفات اور معرفت جیسے موضوعات کو بیان کیا ہے۔ آپ نے پہلی دعا میں خداوند عالم کی حمد و ثناء کے ضمن میں ذات خدا کی معرفت اور اس کی شناخت کی بات کی ہے:

الَّذِي قَصَرَتْ عَنْ رُوَيْتِهِ أَبْصَارُ النَّاظِرِينَ وَ عَجَزَتْ عَنْ تَعْتِيَهُ أَوْهَامُ الْوَاصِفِينَ  
ابْتَدَأَ بِقُدْرَتِهِ الْخَلْقَ ابْتِدَاعًا وَ اخْتَرَ عَهْمَ عَلَى مَشِيقَتِهِ اخْتِرَاعًا ثُمَّ سَلَكَ بِهِمْ  
طَرِيقَ ارَادَتِهِ وَ بَعْثَهُمْ فِي سَبِيلِ مُحَبَّتِهِ۔ ترجمہ: وہ خدا جس کو دیکھنے سے دیکھنے والوں  
کی آنکھیں قاصر ہیں اور توصیف کرنے والے اس کی توصیف نہیں کر سکتے۔ اس نے اپنی  
قدرت و طاقت سے ان مخلوقات کو خلق کیا اور ان کو اپنے ارادہ و مشیت سے وجود بخشنا  
ہے حالانکہ اس کے لئے نہ کوئی مثال تھی نہ کوئی نمونہ پھر انہیں اپنے ارادے کی راہ پر  
لگادیا اور اپنی محبت کی راہ پر آمادہ کر دیا۔<sup>۱</sup>

اس دعا اور دعائے عرف جیسی دوسری دعاؤں میں امام علیہ السلام کو پہچنوا یا ہے اور انسانوں کے لئے خدا کی معرفت کے دریچے کھولے ہیں۔ خدا کی معرفت چاہے حصولی ہو اور اس کی مخلوقات میں غور و فکر کے ذریعہ حاصل ہو اور چاہے علم حضوری کے ذریعہ حاصل ہو، صحیفہ کاملہ میں دونوں کو اہمیت دی گئی ہے۔ مثال کے طور پر امام زین العابدینؑ نے صحیفہ سجادیہ کی پہلی دعا میں فطری اور حضوری معرفت کی طرف اشارہ کیا ہے اور انسانوں کو اپنی معرفت کی توفیق عطا کرنے پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء فرمایا ہے:

الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى مَا عَرَّفَنَا مِنْ نَفْسِهِ وَ الْأَهْمَنَا مِنْ شُكْرِهِ وَ فَتَحَ لَنَا مِنْ أَبْوَابِ الْعِلْمِ  
بِرُبُوبِيَّتِهِ وَ دَلَّنَا عَلَيْهِ مِنَ الْإِنْحَلَاصِ لَهُ فِي تَوْحِيدِهِ وَ جَنَبَنَا مِنَ الْإِلْحَادِ وَ الشَّكِ فِي  
أَمْرِهِ۔ ترجمہ: تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے اپنے نفس کی معرفت عطا کی اور اپنے شکر کا الہام کیا (یعنی شکر کرنے کی توفیق عطا فرمائی) اور اپنی ربیت کی معرفت کے

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا، بند ۲، ۳، ۲

دروازوں کو ہم پر ہول دیا اور توحید میں اخلاص کی طرف رہنمائی فرمائی اور ہمیں اپنے معاملہ (معرفت ذات خدا) میں شک و شبہ سے محفوظ رکھا۔<sup>۱</sup>

### صحیفہ سجادیہ میں تربیت کی بنیادیں

صحیفہ سجادیہ میں غور و فکر کے ذریعہ انسان کی بعض عام خصوصیات کو تربیت کے اصول کے عنوان سے پیش کیا جاسکتا ہے۔ امام زین العابدینؑ کی نظر میں تربیت کے بعض اصول اس طرح سے ہیں۔ خدا کی تلاش اور اس کی محبت، غفلت اور خود پسندی۔

**خدا کی تلاش:** صحیفہ کاملہ میں خدا کی تلاش، خدا پسندی اور اس سے محبت کو انسان کی عام خصوصیت کے عنوان سے تعلیم و تربیت کے اہم اصولوں میں شمار کیا گیا ہے۔ یہ مشترک حس فطری طور پر تمام انسانوں میں پائی جاتی ہے، یہاں تک کہ ان لوگوں میں بھی جو خدا کے پانے میں راہ سے بھٹک گئے ہیں۔ امام سجادؑ بیسویں دعائیں خداوند عالم سے درخواست کرتے ہیں:

اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي أَصُولُ بِكَ عِنْدَ الْضُّرُورَةِ وَ اسْأَلْكَ عِنْدَ الْحَاجَةِ وَ اتَّصَرِّعْ إِلَيْكَ عِنْدَ الْمَسْكَنَةِ۔ ترجمہ: خداوند! مجھے ایسا بنا دے کہ ضرورت کے وقت تیری مدد سے مشکلات پر غالب آجائوں اور حاجت کے موقع پر تجھ سے طلب کروں اور تنگ دستی میں تیری بارگاہ میں گریہ و زاری کروں۔<sup>۲</sup>

یہ کلمات اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ انسان کے اندر کی طاقت اسے خدا کی طرف کھینچتی ہے اور مشکلات میں اس کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

**غفلت:** صحیفہ کاملہ میں تربیت کے جن اصولوں پر تاکید کی گئی ہے، ان میں سے ایک غفلت ہے البتہ اس اصل کا کچھلی اصل یعنی خدا کی تلاش و محبت کی اصل کے ساتھ بھی تجزیہ کیا جاسکتا ہے۔ مندرجہ ذیل کلمات میں ان دونوں خصوصیتوں کا ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے:

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۱، بند ۱۰

۲۔ ایضاً، دعا ۲۰، بند ۱۲

وَلَا تَشْمَنَّا الْعَفْلَةَ عَنْكَ إِنَّا إِلَيْكَ رَاغِبُونَ وَمِنَ الدُّنْوِبِ تَائِبُونَ۔ ترجمہ: ہمیں اپنی

جانب سے غفلت میں مبتلا نہ کراس لئے کہ ہم تیری طرف راغب ہیں اور اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔<sup>۱</sup>

صحیفہ کاملہ کی دعاؤں میں خدا سے محبت اور اس کی یاد سے غفلت جیسے موضوعات پر غور و فکر کرنے سے دو بات سمجھ میں آتی ہے:

۱۔ انسان خدا کو چاہنے والا اور اس کی تلاش میں ہے۔

۲۔ غفلت انسان کی خصوصیات میں سے ہے۔ یہ دونوں باتیں تربیت کے بعض اصول جیسے توبہ و تند کر کے لئے اصل و نیاد قرار پاسکتے ہیں۔

خود پسندی: انسان کی بہت سی محبتوں اور چاہتوں کا سرچشمہ خود پسندی ہے اور اس چیز کو ہم تربیت کی تیسری نیاد شمار کر سکتے ہیں اور تربیت کے بعض اصول و طریقوں کو اس سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ صحیفہ کاملہ میں اس عنوان کا مستقل طور پر توذکر نہیں ہوا ہے لیکن بعض دعاؤں میں غور و فکر کر کے اس خصوصیت کے مظاہر کو دیکھا جاسکتا ہے۔

امام زین العابدینؑ کی اپنے اپنے رشتہ داروں کے لئے دعا (دعا۱)، حاجتوں کی طلب (دعا۱۳)، بیماری کے وقت شفا (دعا۱۵)، بلاوں اور شکنیوں سے نجات (دعا۱۸)، صحّت و تند رستی (دعا۲۳)، رزق کی تنگی اور فقر سے نجات (دعا۲۹)، قرض کی ادائیگی کے لئے مدد مانگنا (دعا۳۰)، غم و اندوہ سے نجات (دعا۵۷) اور دوسرا بہت سی دعا میں جن میں خداوند عالم سے سعادت و نیک بخشی، کمال و قدرت اور نعمت کا مطالبہ کیا گیا ہے، یہ سب کے سب انسان کی خود سے محبت یا خود پسندی کو بیان کرتی ہیں۔ اگر خود پسندی یا حب ذات کو تربیت کی ایک اصل کے عنوان سے دیکھا جائے اور اس پر توجہ دی جائے تو یقیناً وہ مترتبی کی عزت، کمال، سعادت و نیک بخشی اور سرفرازی کا سرچشمہ قرار پائے گی لیکن اگر یہی جذبہ غلط رخ اختیار کر لے تو تکبیر و استکبار اور بغاوت و گناہ اس پر غالب آجائے گا اور انسان کو خود خواہی، خود پرستی اور غرور

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۳۳، بند ۲

و تکبر میں مبتلا کر دے گا۔ ان مطالب سے ہم تربیتی تدابیر میں ایک اصل "اصل عزت" کے عنوان سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

### صحیفہ کاملہ میں تربیت کے اصول

تربیت کے اصول وہ قواعد ہیں جو اصول و مقاصد میں غور و فکر کے ذریعہ حاصل ہوتے ہیں اور تعلیم و تربیت کے عمل میں رہنمای قرار پاتے ہیں۔ تربیت کے اصولوں کی بنیاد پر صحیفہ کاملہ میں مذکور اصول تربیت میں سے تین اہم اصل یعنی توبہ، تذکرہ اور عزت نفس کو پیش کیا جاسکتا ہے۔

توبہ یا کردار میں تبدیلی: توبہ یا کردار میں تبدیلی کی اصل سے خدا جوئی (خدا کی تلاش) کی اصل کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔ صحیفہ کاملہ میں توبہ (بازگشت) یا کردار میں تبدیلی کو اناہ کے نام سے یاد کیا گیا ہے:

ان يکن الترک لمعصیتک اناہہ فانا اول المنیبین۔ ترجمہ: اگر تیری نافرمانی اور گناہ کا ترک کر دینا اناہہ اور توبہ (بازگشت) ہے تو میں سب سے پہلے توبہ کرنے والا ہوں۔<sup>۱</sup>

❖

تلقاک بالاناہہ۔ ترجمہ: توبہ اور اناہ کے ذریعہ ہم تیری طرف رخ کرتے ہیں۔<sup>۲</sup>

خدا کی طرف واپسی اور کردار میں تبدیلی مترتبی کے اندر توبہ کی تدبیر کے ذریعہ ممکن ہے۔ اناہ کا معنی ہے "الرجوع الی اللہ بالتوہبہ"۔ اناہ یعنی توبہ کے ذریعہ خدا کی طرف پلٹ آنا۔ یا اناہ اطاعت کے معنی میں ہے "جس میں کردار میں تبدیلی اور گناہ و نافرمانی سے اطاعت میں تبدیلی کا لحاظ کیا جاتا ہے۔

مترتبی کا خدا کی طرف پلٹ آنا اور اس بنیادی موضوع کی طرف اس کا متوجہ ہو جانا اصول تربیت کی ایک بنیادی اصل یعنی "اصل تذکرہ" کی مدد سے ہی ممکن ہے۔ تعلیم و تربیت کے دوران کبھی کبھی مترتبی، مرتبی کی

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۳۱، بند ۲۸

۲۔ ایضاً، دعا ۱۲، بند ۸

۳۔ ابن منظور، لسان العرب (ج ۱۳)، ص ۳۱۹

۴۔ ایضاً

نعمتوں اور اس کی نیکیوں کو بھول جاتا ہے، اسی لئے وہ گناہ و نافرمانی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور تربیت کی راہ سے بھک جاتا ہے۔ اس مقام پر مرتبی کی ذمہ داری ہے کہ اس کو یاد دلائے، اس کو واپس بلائے اور اپنی نیکی و محبت کی آنکھوں میں سمو لے۔

اصل تذکر (یاد دہانی) : اصل تذکر یاد دہانی جو ”غفلت“ یا خدا سے دوری سے متعلق ہے، اصول تربیت کے بنیادی ترین مسائل میں سے ہے کہ جس کی ہر وقت مرتبی کو ضرورت رہتی ہے، اس لئے کہ غفلت مسلسل مترتبی کی تاک میں رہتی ہے تاکہ اس کو اچک لے۔  
یہ اصل ”توبہ یا بازگشت اور کردار میں تبدیلی“ کا مقدمہ ہو سکتی ہے۔ امام علیہ السلام اپنی مختلف دعاؤں میں غفلت کے بارے میں بتاتے ہیں اور ذکر یا یاد دہانی کو غفلت سے دوری کا بہترین طریقہ مانتے ہیں :

تَتَهْنِي لِذِكْرِكَ فِي أَوْقَاتِ الْغُفْلَةِ۔ تَرْجِمَه: غُفلت کے اوقات میں مجھے اپنی یاد میں مشغول کر دے۔<sup>۱</sup>

وَ اشْعَلْ قُلُوبَنَا بِذِكْرِكَ عَنْ كُلِّ ذِكْرٍ۔ تَرْجِمَه: اور ہمارے دلوں کو اپنی یاد میں لگادے۔<sup>۲</sup>

ثُمَّ اُنْتَبِهْتُ بِسَذْكِيرِكَ لِي مِنْ غُفْلَتِي۔ تَرْجِمَه: تیرے گاہ کرنے کی وجہ سے میں خواب غُفلت سے بیدار ہو گیا۔<sup>۳</sup>

ان عبارتوں کے مطابع سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ غُفلت سے نچنے کے لئے ضروری ہے کہ مترتبی کو یاد دہانی کی جاتی رہے۔ یہی یاد دہانی اور رہنمائی مترتبی کو بہکنے اور گمراہ ہونے سے بچاتے ہوئے راہ راست پر لگاتی ہے۔ اس لئے امام علیہ السلام مزید فرماتے ہیں :

وَ تَهَصُّنْ بِتَوْفِيقِكَ مِنْ زَلَّتِي وَ رَجَعْتُ وَ نَكَصْتُ بِسَسْدِيدِكَ عَنْ عَثْرَتِي۔

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۲۰، بند ۲۹

۲۔ ایضاً، دعا ۱۱، بند ۱

۳۔ ایضاً، دعا ۱۳، بند ۱۶

ترجمہ: تیری توفیق کی وجہ سے میں لغزش سے بچ گیا اور تیری رہنمائی کے ذریعہ میں گرنے سے بچ گیا۔

اصل عزت: خود دوستی کو انسان کی عام خصوصیت قرار دیتے ہوئے ”عزت“ کو اصول تربیت کی تیری اصل قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس اصل کے مطابق مرتبی کو چاہئے کہ مترتبی کو عزت نفس عطا کرے۔ مترتبی اگر خود دوستی کے جذبے کے پیش نظر اپنے اندر ایک حقیقی عزت نفس کا احساس کرتا ہے، تو پھر اس کے اندر خود شیفٹی، خود محوری، خود خواہی اور خود پسندی وغیرہ جیسے براء احساسات جنم نہیں لے سکیں گے بلکہ اس کے برعکس وہ اپنی قوت و طاقت سے باخبر ہوتے ہوئے کمال اور سعادتمندی کی راہ پر گامزد ہو جائے گا۔

مترتبی چونکہ خود اپنے اوپر فریفہت ہے اس لئے یہ ”اصل عزت“ اس کی ہدایت کر سکتی ہے اور اس کو سعادت کی راہ دھکا سکتی ہے۔ مترتبی کو عزت دینے اور مترتبی میں احساس عزت پیدا کرنے میں فرق ہے۔ عزت کا احساس وہم و خیال بھی ہو سکتا ہے جو ذلت کے ساتھ اکھا ہو سکتا ہے لیکن حقیقی اور واقعی عزت، ذلت کے ساتھ اکٹھا نہیں ہو سکتی۔ جب بھی کوئی خود پسندی کے جذبے کی بنیاد پر علم، قدرت اور حسن و جمال وغیرہ کے ذریعہ دوسروں کو حیرت میں ڈال دیتا ہے تو اس کے اندر عزت کا احساس جاگ اٹھتا ہے۔ ایسا شخص ممکن ہے اپنی خصوصیات کا دیوانہ ہو جائے تو ایسی صورت میں پھر اس کے پاس حقیقی اور واقعی عزت نہیں ہوتی۔

ایسے موقع پر مرتبی کی ذمہ داری ہے کہ وہ مترتبی کے اندر حقیقی عزت کا احساس پیدا کرے، اس لئے کہ کبھی کبھی عزت کا احساس نفس کی تحقیر و ذلت اور گراہ کن خود پسندی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ اسی لئے امام علیہ السلام اپنی دعا میں لوگوں کے درمیان عزت و بزرگواری کو اپنی نظر میں دنیاوی مقام و منزلت کی پستی کے ساتھ چاہتے ہیں اور اسی وجہ سے خود کو خداوند عالم کے سپرد کرتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں:

وَ لَا تَرْفَعْنِي فِي النَّاسِ دَرَجَةً إِلَّا حَطَطْنِي عِنْدَ نَفْسِي مِثْلَهَا وَ لَا تُحِدِّثْ لِي عِزًّا  
ظَاهِرًا إِلَّا أَحَدَنْتَ لِي ذَلَّةً بَاطِنَةً عِنْدَ نَفْسِي بِقَدْرِهَا۔ ترجمہ: مجھے لوگوں کے درمیان کوئی

منصب و مقام عطا نہ فرمائیں گے کہ اتنا ہی مجھے میرے نفس کے سامنے پست کر دے اور  
میرے لئے ظاہری بزرگواری قرار نہ دے مگر یہ کہ اس تدریجی میرے نفس کے نزدیک  
باطنی اور پوشیدہ ذلت و خواری قرار دے۔<sup>۱</sup>

واضح رہے کہ مترتبی کے اندر احساس ذلت کو دور کرنے کے لئے حقیقی اور پائیدار عزت کو پانے کے  
احساس کو بیدار کرنا ہو گا اس لئے کہ عزت کا احساس صرف عزت حاصل کرنے کے لئے حالات فراہم کرنے  
کا کام کرتا ہے۔ حقیقی عزت صرف اور صرف بارگاہ احادیث میں بندگی اور منزل کے ذریعہ ہی ممکن ہے جیسا  
کہ امام زین العابدینؑ ارشاد فرماتے ہیں:

وَذَلَّنِي بَيْنَ يَدَيْكَ وَأَعْزَنِي عِنْدَ خَلْقِكَ وَضَعْنِي إِذَا خَلَوْتُ بِكَ وَأَرْفَعْنِي بَيْنَ  
يَدَيْكَ۔ مجھے اپنی بارگاہ میں ذلیل اور اپنی مخلوقات کے درمیان عزیز و بزرگوار قرار دے اور  
جب میں تہائی میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں تو ذلیل و حقیر اور جب تیرے بندوں کے  
درمیان ہوں تو بلند مرتبہ و باعزت رہوں۔<sup>۲</sup>

اس طرح بندگی کے سامنے میں خداوند عالم کی عزت کے سہارے اور اس کی ذات پر بھروسہ کرتے  
ہوئے، انسان لوگوں سے دور اور خدا کی عزت کی وجہ سے ان سے بے نیاز ہو جاتا ہے:

وَامْنَعْنَا بِعِزِّكَ مِنْ عَبَادَكَ وَأَغْنِنَا مِنْ غَيْرِكَ بِإِرْفَادَكَ۔ ترجمہ: مجھے اپنی عزت  
و قدرت کے ذریعہ لوگوں (کے شر) سے دور کر دے اور اپنی بخشش کے ذریعہ اپنے علاوہ سے  
بے نیاز کر دے۔<sup>۳</sup>

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۲۰، بند ۳

۲۔ ایضاً، دعا ۲۷، بند ۱۱۸

۳۔ ایضاً، دعا ۵، بند ۱۳

ایسا لگتا ہے کہ اسلامی تربیت کے اصولوں میں ”عزت“ سب سے اہم اور بنیادی اصل ہے اس لئے کہ اگر مترتبی خود کو اپنی نگاہ میں باعزت پائے گا تو کبھی بھی خود کو گناہ میں مبتلا نہیں کرے گا یا کم سے کم پستی اور حقارت کا رجحان اس کے اندر بہت کم ہو جائے گا۔

تربیت کے طریقوں کو ایسا ہونا چاہئے کہ مترتبی کے اندر عزت نفس کا احساس پیدا ہو جائے اور اس کو ذلت و حقارت میں ڈوبنے سے بچا لے۔ ”اصل عزت“ ہی کی بنیاد پر صحیفہ کاملہ کی عبارتوں سے ”عذر پذیری، عیب پوشی، حسن ظن“ جیسے تربیت کے طریقے اور ”اصل ہذکر“ (یاد دہانی) کے ذریعہ بگزی ہوئی شخصیت کو سنوارنے اور باطنی عزت کو پالینے کے طریقے حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

### صحیفہ کاملہ میں تربیت کے طریقے

اس حصہ میں اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ تربیت کے تین اصل یعنی بازگشت (توبہ)، ہذکر (یاد دہانی) اور عزت کی بنیاد پر متریبوں کی تعلیم و تربیت اور کردار سازی کے سلسلہ میں بعض تربیتی طریقوں کو صحیفہ کاملہ کی عبارتوں سے حاصل کر کے پیش کیا جائے۔ اس تاثر میں بارہ طریقوں کا جائزہ لیا جائے گا۔ حالانکہ تربیت کے طریقے صرف بارہ میں محدود نہیں ہیں اور مرتبی تربیت کے بنیادی اصولوں کے پیش نظر موقع و محل کو دیکھتے ہوئے دوسرے طریقوں سے بھی استفادہ کر سکتا ہے۔

توبہ (بازگشت): توبہ کا صحیفہ کاملہ میں ایک خاص اور اہم مقام ہے اور تربیت کے اصل ”بازگشت“ یعنی توبہ یا ”کردار میں تبدیلی“ کے پیش نظر تربیت کے عمل میں اسے ایک جزوی ہدایت کے عنوان سے استعمال کیا جاتا ہے۔ لغت میں ”توبہ“ کے معنی رجوع اور بازگشت (پلٹنا) کے ایں اور صحیفہ کاملہ میں یہ لفظ گناہوں پر پشیمان ہونا اور کردار میں تبدیلی یا انسان کی اصلاح اور برائی سے دوری کے معنی میں استعمال ہوا ہے:

اللَّهُمَّ إِنْ يَكُنْ اللَّدَمُ تَوْبَةً إِلَيْكَ فَأَنَا أَنَّدَمُ النَّادِمِينَ۔ ترجمہ: خداوند! اگر توبہ، پشیمانی

اور تیری طرف پلٹنا ہے تو میں پشیمان ہونے والوں میں سب سے زیادہ پشیمان ہوں۔

۱۔ لسان العرب (جلد ۲)، ص ۶۱

۲۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۳۱، بند ۲۸

نیز آپ فرماتے ہیں:

یا مَنِ اسْتَصْلَحَ فَاسِدَهُمْ بِالثَّوْبَةِ۔ ترجمہ: اے وہ کہ جس نے اپنے بندوں کی تباہی کی اصلاح توبہ کے ذریعہ چاہی ہے۔<sup>۱</sup>

مربی کی ذمہ داری ہے کہ جب متربی اپنی خدا جوئی کی فطرت سے دور ہو تو اس کو اس کی فطرت کی حقیقت یعنی خدا جوئی کی طرف واپس لے آئے۔ لفظ توبہ اپنے واقعی معنی میں صرف گناہ کے متعلق ہی استعمال نہیں ہوتا بلکہ ہر قسم کی انسانیت سے دوری اور عالم مادہ کی طرف توجہ اور مادوائے مادہ (خدا) سے غفلت اور حقیقی پیشیمانی اور خدا کی طرف پلٹ آنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ امام علیہ السلام اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

اللَّهُمَّ وَإِنِّي أَتُوْبُ إِلَيْكَ مِنْ كُلِّ مَا خَالَفَ إِرَادَتَكَ أَوْ زَالَ عَنْ مُحْبَّتِكَ مِنْ  
خَطَّرَاتِ قَلْبِيْ وَ لَحْظَاتِ عَيْنِيْ وَ حَكَائِيَاتِ لِسَانِي۔ ترجمہ: خداوندا! میں ہر اس چیز سے  
جو تیرے ارادہ کے خلاف ہو یا تیری محبت سے مجھے باہر کر دے یا وہ خیالات کہ جو میرے  
دل میں آتے ہیں جس نے تیری محبت ختم کر دی ہے یا جو میں نے دیکھا ہے یا کیا ہے ان سب  
سے تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔<sup>۲</sup>

توبہ کردار کی تبدیلی (خاص طور سے بچوں اور نوجوانوں میں) کے سلسلہ میں ایک غیر معمولی اور بنیادی طریقہ شمار کیا جاتا ہے اور یہ جو ہماری تعلیم و تربیت کے نظام میں توبہ کو ناقابل یقین تصور کیا جاتا ہے وہ شاید اس لئے ہے کہ ہم دینی تربیتی مفہوم کو صحیح طریقہ سے سمجھ نہیں سکے ہیں اس لئے کہ ہمیشہ توبہ صرف انہیں لوگوں کے سلسلہ میں استعمال کیا جاتا ہے جو انتہائی درجہ کے بڑے گناہوں کے مرکنک ہوتے ہیں لیکن توبہ کی حقیقت کچھ اور ہی ہے اور وہ یہ کہ توبہ متربی کا مربی کی آنکھوں میں آجائے کا بہترین ذریعہ ہے اور یہ حقیقت تعلیم و تربیت میں اس وقت تک نہیں آتی جب تک مربی بھی

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۱۲، بند ۱۰

۲۔ ایضاً، دعا ۳، ص ۲۲

متربی کی طرف آگے نہ بڑھے، نہ اس کو قبول کرے اور پیار و محبت کے ہاتھوں کو پھیلا کر متربی کے پلٹ آنے کا انتظار نہ کرے۔

اس لئے توبہ اپنے مختلف مراحل کے پیش نظر شدت و ضعف کا حامل ہے۔ یعنی یہ کہ بچپن میں توہہ کے طریقہ کو بہت دھیان سے اپنایا جائے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بچپن ہی میں غلطی کرنے سے روکنا چاہئے لیکن اس کی توبہ میں اور نوجوان اور جوان کی توبہ میں فرق ہے اسی لئے بچپن میں توبہ کو دوسرے طریقوں کے ساتھ بروئے کار لانا چاہئے۔

**تفضل (رحم و کرم):** تفضل ان طریقوں میں سے ہے کہ جس کو ہم "اصل بازگشت" (توبہ) سے حاصل کر سکتے ہیں اور تفضل صحیفہ کاملہ کی تعریف کے مطابق ایک ابتدائی نعمت یا احسان ہے۔ دوسرے لفظوں میں تفضل یعنی دوسروں پر احسان کرنا اور یہ احسان بغیر کسی حق کے ہوتا ہے، یعنی تفضل اس کام کا بدلہ نہیں ہے جسے متربی نے انجام دیا ہے۔ امام علیہ السلام تفضل کو پارساوں کی صفات میں سے شمار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ انہیں اس تربیتی طریقہ سے آرائے فرمائے۔

اس تربیتی طریقہ میں متربی، مربی کے تفضل کے ذریعہ راہ راست پر آ جاتا ہے اور اس کی طرف پلٹ آتا ہے۔ بنیادی طور پر صحیفہ کاملہ میں انابہ (توبہ) اور خدا کی طرف بازگشت، تفضل ہی کے ذریعہ ممکن ہے۔ یہی خدا کا تفضل ہے جو بندہ کو آمادہ کرتا ہے کہ وہ خدا سے مانگے اور اس کی طرف پلٹ آئے:

وَ يَحْدُونِي عَلَى مَسْئَلَتِكَ تَفَضُّلُكَ عَلَى مَنْ أَقْبَلَ بِوْجْهِهِ إِلَيْكَ وَ وَفَدَ بِحُسْنِ  
ظَنِّهِ إِلَيْكَ إِذْ جَمِيعُ احْسَانِكَ تَفَضُّلٌ وَ إِذْ كُلُّ نِعْمَكَ إِبْتِدَاءٌ۔ ترجمہ: تیری طرف رجوع  
کرنے اور مجھ سے حسن ظن رکھنے والوں پر تیرے تفضل نے مجھے مجھ سے طلب کرنے کی

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۱۲، ص ۳

۲۔ ایضاً، ص ۵۹

جرات دی اس لئے کہ تیرے تمام احسانات تیرے فضل و کرم کی وجہ سے ہیں اور تمام نعمتیں ابتدائی ہیں (یعنی کسی بد لئے کے لئے نہیں ہیں)۔<sup>۱</sup>

آپ خدا کی طرف بازگشت اور توبہ کو بھی خداوند عالم کا ابتدائی فضل و احسان ہی تصور کرتے ہیں:

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي دَلَّنَا عَلَى التَّوْبَةِ الَّتِي لَمْ تَفْدِهَا إِلَّا مِنْ فَضْلِهِ فَلَوْلَمْ نَعْتَدِدْ مِنْ فَضْلِهِ إِلَّا بِهَا لَقَدْ حَسُنَ بِلَأْوَهُ عِنْدَنَا وَ جَلَّ إِحْسَانُهُ إِلَيْنَا وَ حَسُنَمْ فَضْلُهُ عَلَيْنَا۔  
ترجمہ: تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں کہ جس نے توبہ کی طرف رہنمائی کی۔ ایسی توبہ جو اس کے فضل و کرم کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے لہذا اگر ہم توبہ کو ہی اس کا فضل و کرم شمار کریں تو ہمارے نزدیک اس کی نعمتیں بہتر، ہم پر اس کا احسان بڑا اور اس کا فضل و کرم عظیم ہو گا۔<sup>۲</sup>

مربی کا ابتدائی فضل و احسان اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ وہ متربی سے محبت کرتا ہے اور یہ فضل متربی کے کردار میں تبدیلی پیدا کرتا ہے اور اسے صحیح راستہ پر لگا دیتا ہے۔ رسمی اور عام تعلیم و تربیت میں عام طور سے نہ مربی کو ابتدائی احسان کی فکر ہوتی ہے اور نہ ہی متربی کو مربی سے اس طرح کے احسان کی امید ہوتی ہے۔ تعلیم و تربیت کا رابطہ ہمیشہ لین دین کا ہے۔ کسی احسان کے جذبے کے بغیر تفضل اس لئے ہوتا ہے کیونکہ متربی، مربی کو چاہتا ہے اور وہ اس کے دل و جان میں اتر جاتا ہے، اسی طرح جیسے کائنات کا پروردگار اپنے بندوں سے رابطہ رکھتا ہے جو بے پناہ فضل و کرم کے ساتھ مخلوقات پر ابتدائی احسان میں مشغول ہے اور مخلوق بھی اس کے تفضل کی امیدوار ہے لہذا تعلیم و تربیت کے نظام میں دونوں طرف سے تفضل کا عمل جاری و ساری رہتا ہے۔

بشارت: (خوشخبری کا طریقہ): اچھائیوں کی طرف متربی کے ملٹ آنے کے سلسلہ میں صحیفہ کاملہ میں جن طریقوں پر روشنی ڈالی گئی ہے ان میں سے ایک طریقہ بشارت ہے۔ یہ طریقہ متربی کو خوشخبری دینے

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۱۲، بند ۳

۲۔ ایضاً، دعا ۱، بند ۲۲

یا امیدوار کرنے کا طریقہ ہے۔ اس طریقہ میں جو عمل سے پہلے انعام پاتا ہے مرتباً، مرتباً سے نامیدی کو دور کرتا ہے اور آنے والی نعمتوں، رحمتوں اور مہربانیوں کی خوشخبری دیتا ہے۔

بشارت کی وجہ سے مرتباً سکون قلب کے ساتھ عمل کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا ہے، برے عمل سے دوری اختیار کرتا ہے اور اچھائی کی طرف آجاتا ہے اور اس طرح اپنے کردار کو سنوارتا ہے۔ امام علیہ السلام اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

اللَّهُمَّ إِنِّي وَجَدْتُ فِيمَا أَنْزَلْتَ مِنْ كِتَابِكَ وَبَشَّرْتَ بِهِ عِبَادِكَ إِنْ قُلْتَ: يَا عِبَادِي الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَنْهَنُطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ أَنَّ اللَّهَ يَعْفُرُ الذُّنُوبَ جَمِيعاً۔

ترجمہ: خداوندا! میں نے تیری کتاب میں جس کو تو نے نازل کیا ہے اور جس کے ذریعہ تو نے اپنے بندوں کو خوش خبری دی ہے یہ پایا ہے کہ تو نے فرمایا ہے: اے میرے بندو!

جہنوں نے اپنے نفوس پر زیادتی کی ہے خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہوں کہ خداوند عالم تمام گناہوں کو معاف کرنے والا ہے۔ (سورہ زمر، آیت ۵۳)



سُبْحَانَكَ لَا إِلَهَ مِنْكَ وَقَدْ فَتَحْتَ لِي بَابَ التَّوْبَةِ إِلَيْكَ۔ ترجمہ: جب تک تو نے توبہ کے دروازے کو میرے لئے کھول رکھا ہے میں تجھ سے ہر گز ناامید نہیں ہوں گا۔



فَلَوْلَا الْمَوَاقِفُ الَّتِي أُوْمِلُ مِنْ عَفْوِكَ الَّذِي شَمِلَ كُلَّ شَيْءٍ لَا لَقِيَتُ بِيْدِيِ۔

ترجمہ: اگر تیری عفو و بخشش کے وہ مقامات نہ ہوتے کہ جو ہر چیز کے شامل حال ہے تو میں خود سے آزاد ہو جاتا (خود کو تباہ کر لیتا)۔<sup>۳</sup>

مرتبی کے اندر امید کو جگانا اور رحمت و نعمت و بخشش کی خوشخبری دینا، اسے تباہی سے روک لینا اور بخشش کی طرف متوجہ کر دینا ہے۔ البتہ اس طریقہ کار میں ایسی مہارت سے کام لینا چاہئے کہ لوگ معاملہ

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۵۰، بند ۲

۲۔ ایضاً، دعا ۱۲، بند ۷

۳۔ ایضاً، دعا ۵۰، بند ۳

نہ کر سمجھیں۔ اس طریقہ کار میں زیادہ روی متری کو تاجر بنادیتی ہے کہ وہ بنا اجر و بدالے کے کوئی عمل انجام دینے کو تیار نہیں ہوتا اور جب اجر پا جاتا ہے تو عمل کو بالکل فراموش کر دیتا ہے اور اس کو اپنے دل و جان میں جگہ نہیں دیتا ہے لہذا خوشخبری اس حد تک ہونی چاہئے جتنی متری کی ظرفیت ہو۔ متری کے اندر جس قدر و سمعت نفس ہو گی تبیش اتنا ہی اس کے اندر اثر انداز ہو گی، اسی لئے بہتر ہے کہ جہاں تک ہو سکے تبیش میں غیر مادی پہلوز یادہ ہوتا کہ وہ متری میں اس طرح اثر انداز ہو کہ جس میں دوام پایا جائے (اس لئے کہ مادی چیزیں ختم ہو جانے والی ہیں) اور وہ کبھی ختم نہ ہو۔ تربیت کی راہ میں بشارت کے ذریعہ آگے بڑھنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان خود کو بچا کے اور مستقبل پر نظر رہے اس لئے کہ جو خود کو برا یوں سے زیادہ بچانے والا اور دور اندر لیش ہو گا اس پر خوشخبری کا اثر زیادہ اور متحکم ہو گا اسی لئے بچوں کے لئے خوش خبری کا دائرہ محدود ہوتا ہے کیونکہ یہ کسی متری بدلتے ہوئے احساسات کی وجہ سے اور وقت کی نزاکت کو صحیح طریقہ سے نہ سمجھ پانے کی بنا پر خود کو اچھی طرح سے تحفظ نہیں دے سکتے ہیں اور نہ ہی ان کے اندر دور اندر لیش ہوتی ہے۔

**برائی کے بدالے نیکی کا طریقہ:** اصل بازگشت یا کردار میں تبدیلی سے جو چوتھا طریقہ حاصل کیا جاتا ہے وہ ہے ”برائی کے بدالے نیکی کا۔“ دین کے ہادیوں اور رہنماؤں کا نادان و شمنوں اور غلطی کرنے والوں کے ساتھ ہمیشہ یہی طریقہ رہا ہے۔ اسی طریقہ کو خداوند عالم بھی اپنے نافرمان اور بدکار بندوں کے سلسلہ میں اپنے فضل و کرم کے ذریعہ اختیار کرتا ہے۔

برائی کے بدالے اچھائی کا طریقہ برا یوں کی اصلاح کے لئے بہترین اور مناسب ترین طریقہ ہے۔ کبھی کبھی برائی کرنے والے کے ساتھ اچھائی کا برداشت، خدا کو تلاش کرنے والی اس کی فطرت کو بیدار کر دیتی ہے اور وہ اپنے کئے پر پشیمان اور شرمندہ ہوتا ہے اور سیدھے راستہ پر آ جاتا ہے۔ اس طریقہ کار کو ایک خاص جذبہ کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے تاکہ متری پر اپنا اثر ڈال سکے۔ امام زین العابدینؑ اپنے پڑو سیوں کے لئے دعا کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَاجْعَلْنِي اللَّهُمَّ أَجْزِي بِالْإِحْسَانِ مُسِيَّهُمْ وَأَعْرِضُ بِالشَّجَاؤزِ عَنْ ظَالِمِهِمْ -

ترجمہ: خداوندا! مجھے برائی کرنے والوں کے ساتھ نیکی کرنے کی توفیق عطا فرمادور یہ کہ ان کے خالموں کے ساتھ عفو و بخشش کا برداشت کروں۔<sup>۱</sup>

ایک دوسری دعائیں آپ خداوند عالم سے اس طرح خطاب فرماتے ہیں:

سَدِّدْنِي لِأَنْ أَعَارِضَ مَنْ غَشَّنِي بِالْتَّصِّحِ وَأَجْزِي مَنْ هَجَرَنِي بِالْبَرِّ وَأُثْبِتَ مَنْ

حَرَمَنِي بِالْبَدْلِ وَأَكَافِي مَنْ قَطَعَنِي بِالصِّلَةِ وَأَحَالِفُ مَنْ اغْتَابَنِي إِلَى حُشْنِ الدِّكْرِ -

ترجمہ: خداوندا! مجھے توفیق عطا فرماد کہ جس نے میرے ساتھ دھوکا کیا ہے اس کے ساتھ اچھائی کروں اور جو مجھ سے دور ہو گیا ہے اس کا بدلہ اچھائی کے ساتھ دوں اور جس نے مجھے محروم و ناامید کیا ہے اس کو میں بخشش و عطا کے ذریعہ بدلا دوں اور جس نے مجھ سے قطع تعلق کر لیا ہے اس کے ساتھ صدر حرم کا برداشت کروں اور جس نے میری غیبت کی ہے میں اس کو اچھائی کے ساتھ یاد کروں۔<sup>۲</sup>

سزا میں تاخیر کا طریقہ: کسی کی تشویق اور حوصلہ افزائی میں جلدی کرنی چاہئے اور تنبیہ اور سزا میں تاخیر کرنی چاہئے۔ چنانچہ سزا میں تاخیر متربی کے لئے سوچنے کا موقع فراہم کرتی ہے تاکہ وہ اپنے کاموں میں خوب غور و فکر کرے اور اپنے آپ کو خطاؤ گناہ کی قید و بند سے آزاد کر سکے۔ اس طرح یہ طریقہ متربی کے لئے کردار میں تبدیلی اور توبہ کو ممکن بناتا ہے۔ امام زین العابدینؑ اپنے بندوں کے ساتھ خدا کے پر لطف برداشت پر تجھب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَأَعْحَبُ مِنْ ذَلِكَ أَنَّا ثُكَّ عَنِّي وَإِبْطَأُ كَعَنْ مُعَاجِلَتِي وَلَيْسَ ذَلِكَ مِنْ

كَرْمِي عَلَيْكَ بَلْ تِبَانِيَا مِنْكَ إِلَيْ وَتَفَضُّلَا مِنْكَ عَلَيَّ لِأَنَّ أَرْتَدِعَ عَنْ مَعْصِيَتِكِ

الْمُسْخِطَةِ وَأَقْلَعَ عِنْ سَيِّقَاتِي الْمُخْلِقَةِ وَلِأَنَّ عَفْوَكَ عَنِّي أَحَبُّ إِلَيْكَ مِنْ

عُقُوبَتِي -

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۲۶، بند ۳

۲۔ ایضاً، دعا ۲۰، بند ۹

ترجمہ: اور اس سے تجب اگنیز میرے سلسلہ میں تیری بردباری (جب کہ تو میری پوشیدہ حالات سے آگاہ ہے) اور مجھے سزادینے میں تیری تاخیر ہے اور یہ اس لئے نہیں ہے کہ میں تیرے نزدیک کوئی مرتبہ رکھتا ہوں بلکہ یہ مجھ پر تیرے کرم و احسان کی وجہ سے ہے تاکہ تجھ کو ناراض کرنے والی نافرمانی سے دستبردار ہو جاؤ اور ان براہیوں سے پر ہیز کروں جو مجھے ذلیل کر دینے والی ہیں اور اس لئے کہ تو مجھے سزادینے کی بنسخت معاف کر دینا زیادہ پسند کرتا ہے۔<sup>۱</sup>

**وعظ و نصیحت کا طریقہ:** صحیفہ کاملہ سے تربیت کے تین طریقے معلوم ہوتے ہیں۔ ایک وعظ و نصیحت دوسرے نعمتوں کی یاد دہانی اور حمد و شکر سے آشنا کرنا اور تیسرا نہ کر یعنی یاد دہانی۔

وعظ و نصیحت اگر اچھی طرح سے انجام دیا جائے تو (موعظ حسنہ) یہ یاد دہانی کا بہترین طریقہ ہے۔ البتہ وعظ کرنے والے کو چاہئے کہ وہ اپنی نصیحتوں پر خود بھی عمل کرتا ہو تاکہ اس کی نصیحتوں کا اثر ہو سکے اور یہ نصیحتیں دعا کے پیرائے میں بہت زیادہ ہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر دور میں وعظ و نصیحت کرنا دینی مریبیوں اور رہنماؤں کا طریقہ رہا ہے تاکہ اس کے ذریعہ وہ متریبیوں کو غفلتوں سے نکال کر راہ راست پر لگائیں۔

**نعمتوں کی یاد دہانی کا طریقہ:** وعظ و نصیحت مسلسل نعمتوں کی یاد دہانی کے ساتھ ساتھ زیادہ اثر انداز ہوتی ہے اس لئے کہ نعمتوں کی یاد دہانی متریبی کے اندر دفاع کی قوت کو (یعنی بہانہ تلاش کرنا) کمزور کر دیتی ہے اور پھر اس کو ضد کرنے اور مخالفت کرنے سے روک دیتی ہے۔

نعمتوں کی یاد دہانی اس لئے ہونی چاہئے کہ متریبی غفلت کی عادت اور مشغولیت کی وجہ سے (خاص طور سے اگر بچپن میں ہو کہ جب احساسات پائیدار نہیں ہوتے اور خواہشیں بدلا کرتی ہیں) اس قدر ڈوب جاتا ہے کہ پچھلی نعمتوں، فراوانیوں اور آسانیوں سے غافل ہو جاتا ہے۔ نعمتوں کاہنڈ کرہ اس کو ہوش میں لاتا ہے اور اس کو منجم و مربی کے طرف متوجہ کر دیتا ہے۔ صحیفہ کاملہ کی منطق میں نعمتوں کی یاد دہانی خداوند عالم کی حمد و شکر کے ساتھ ہونی چاہئے تاکہ پھر اس بات کا احساس دلائے کہ انسان خداوند عالم کے احکام کی پابندی اور

مخالفت کرنے میں کس قدر ضعیف و کمزور ہے۔ توبہ اور خدا کی طرف پلٹ آنے کو اور اس کی توبہ کو قبول کرنے کو خدا کا فضل شمار کرتے ہوئے اس بات کی تاکید کرے اور اس سلسلہ میں خدا کی حمد و شکرے کہ اس نے توبہ و بخشش کے دروازہ کو کھول رکھا ہے اور با کمال اور خوش بخت اس انسان کو سچھے جو خداوند عالم کی طرف پلٹ آتا ہے اور اس سے لوگاتا ہے۔<sup>۱</sup>

حمد و شکر سے روشناس کرنے کا طریقہ: جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا کہ نعمتوں کی یاد و ہانی حمد و شکر کے ساتھ ساتھ ہونی چاہئے تاکہ مترتبی نعمت دینے والے کی مسلسل نعمتوں اور بخششوں کی طرف متوجہ ہو جائے، لہذا مترتبی کو حمد و شکر سے آشنا کرایا جانا چاہئے۔ اس طرح کہ اگر یہ طریقہ متعارف نہیں کرایا گیا تو مترتبی نعمتوں سے بہرہ مند ہوتے ہوئے اور اس سے استفادہ کرنے کے باوجود غفلت میں پڑا رہے گا اور شکر ادا نہیں کرے گا اور وہ اس طرح سے انسانیت کی سطح سے گر کر حیانیت میں پڑ جائے گا:

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَوْ حَبَسَ عَنْ عِبَادِهِ مَعْرِفَةَ حَمْدِهِ عَلَىٰ مَا أَبْلَاهُمْ مِنْ مَنْتَهِيَ  
الْمُسْتَأْبَعَةِ وَ أَسْبَغَ عَلَيْهِمْ مِنْ نِعْمَهِ الْمُنْتَظَاهِرَةِ لَتَصَرَّفُوا فِي مَنْتَهِيَ فَلَمْ يَحْمَدُوهُ وَ  
تَوَسَّعُوا فِي رَزْقِهِ فَلَمْ يَشْكُرُوهُ، وَ لَوْ كَانُوا كَذَلِكَ لَحَرَجُوا مِنْ حُدُودِ الْأَنْسَانِيَّةِ إِلَىٰ  
حَدِ الْبَهِيمَةِ فَكَانُوا كَمَا وَصَفَ فِي مُحْكَمٍ كِتَابِهِ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ  
سَبِيلًا۔

ترجمہ: تمام تعریفیں اس خدائے کریم کے لئے ہیں کہ جو اگر اپنے کو ان تمام مسلسل نعمتوں کی معرفت سے محروم کر دیتا جو اس نے ان پر نازل کی ہیں اور ان سب بخششوں کی معرفت سے محروم کر دیتا جو اس نے ان کے اوپر مسلسل کی ہیں تو وہ اس کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کے باوجود اس کا شکر ادا نہ کرتے۔ انہیں اپنی روزی میں فراوانی تو ملتی لیکن وہ اس کا شکر ادا نہ کر سکتے اور اگر ایسا ہوتا (کہ وہ شکر نہ کرتے) تو وہ انسانیت کے دائرہ سے نکل کر حیانیت کے زمرہ میں آ جاتے اور وہ ایسے ہی ہو جاتے جیسا قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے کہ

وہ نہیں ہیں مگر چوپاپوں کی طرح بلکہ اس سے بھی بدتر۔<sup>۱</sup>

**صلحیتوں کے مظاہر کا طریقہ:** اس طریقہ کی بنیاد عزت ہے جس کی وجہ سے متری اس بات پر آمادہ ہوتا ہے کہ وہ خود کو طاقتور اور کار آمد تصور کرے۔ اس لئے کہ اگر وہ اپنے اندر قوت و طاقت پائے گا تو اس کے اندر عزت و سرفرازی کا احساس پیدا ہو گا اور اگر وہ خود کو کمزور اور ناکارہ تصور کرے گا تو ذلت و خواری کا احساس اس کے اندر پیدا ہو گا، اس لئے مرتبی کی ذمہ داری ہے کہ وہ متری کے اندر پائی جانے والی قوتوں اور طاقتوں کے اظہار کے موقع فراہم کرے اور اس طرح وہ اپنے اندر اس عزت کا احساس کرے جو اس کے اندر سے پیدا ہوئی ہے۔ اس اظہار کا بہترین طریقہ ان نعمتوں کی یاد آوری اور شکر ہے جو خداوند عالم نے متری کو عطا کی ہیں۔ نعمتوں کا عملی اظہار اور اپنی قوتوں کا ظاہر کرنا ہی نعمت کا حقیقی شکر ہے۔ البتہ امام علیہ السلام کا یہ فرمانا ہے کہ انسان شکر کی انہنا کو نہیں پہنچ سکتا اس لئے کہ خداوند عالم کی نعمتوں کا شکر جو زبان یا عمل کے ذریعہ ادا ہوتا ہے وہ خود خدا کی ایک نعمت ہے کہ جس کا شکر بھی ادا کیا جانا چاہئے۔<sup>۲</sup>

الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی مَا عَرَفْنَا مِنْ نَفْسِهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ مِنْ شُكْرِهِ۔ ترجمہ: اس خدا کا شکر کہ جس نے خود کو ہمیں پہنچوایا اور اپنا شکر ہمیں الہام کیا۔<sup>۳</sup>

خدا کی طرف سے شکر کا الہام اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ انسان کو فطرتاً اس کا شکر گزار ہونا چاہئے جو اس کو شرافت و بزرگی عطا کرتا ہے اور وہ جو کفران نعمت کرتا ہے اور اپنی صلاحیتوں کا اظہار نہیں کرتا وہ اس قدر نفسانی ذلت کا شکار ہو جاتا ہے کہ خود کو دوسروں کا محتاج تصور کرتے ہوئے اپنی عزت و شرافت کو بر باد کر دیتا ہے۔

اس لئے امام علیہ السلام صحیفہ کالم کی بہت سی دعائیں میں خداوند عالم سے اس بات کا مطالبہ کرتے ہیں کہ ان کو لوگوں کے درمیان بزرگوار و صاحب عزت قرار دے اور اپنے نزدیک ذلیل و حقیر و محتاج

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا، بند ۸، ص ۹

۲۔ شکوہی، غلام حسین، مبانی و اصول آموزش و پرورش (جلد ۲۰)، ص ۳۱۲

۳۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۷، بند ۳

۴۔ ایضاً، دعا، بند ۱۰

قرار دے۔ و ذلّلني بین یديك و اعزني عند خلقك۔<sup>۱</sup>

خدا کی خلوقات کے درمیان عزت کا مطلب ہے خداوند عالم کی مدد سے اپنی قوت و طاقت پر بھروسہ کرنا جس کو خدا کی بندگی کے ذریعہ ہی حاصل کیا جاسکتا ہے اس لئے کہ جب متری کو خود اپنی قوت و طاقت اور صلاحیتوں کا اندازہ ہوگا تو پھر وہ کسی غیر کے پاس نہیں جائے گا اور خدا کے علاوہ کسی دوسرے کا محتاج نہیں ہو گا۔ اس طرح وہ اپنی عزت کو محفوظ رکھے گا اور یہی انسان کے اندر کی عزت کو زندہ کرنے کا باعث ہے۔

**حسن نلن کا طریقہ:** متری سے ہونے والی کسی غلطی کے امکان کو یقینی سمجھنا غلط ہے۔ یہ غلطی مربی کے اندر متری کے لئے بد گمانی کا سبب ہو سکتی ہے جس کے نتیجہ میں متری کے اندر احساس عزت ختم ہو سکتا ہے۔ لیکن حسن نلن کی وجہ سے مربی، متری کی ممکنہ غلطی کے بد لے بہترین رویہ اختیار کرتا ہے اور اس کی عزت کے ساتھ کھلواڑ نہیں کرتا۔ فقہ اسلامی میں اس طریقہ کو ”اصالۃ الصحۃ“ کے نام سے جانا جاتا ہے اور اس اصل کے مطابق ایک مسلمان کے عمل کو صحیح اور جائز قرار دیا جاتا ہے اور اگر اس کے غلط ہونے کا امکان بھی ہو تو اس کی طرف توجہ نہیں کی جاتی اور اس کی جتو بھی نہیں کی جاتی اس لئے کہ ایک مسلمان کی عزت جتو کرنے سے پامال ہو جاتی ہے۔ امام علیہ السلام حسن نلن کے طریقہ کو استعمال کرتے ہوئے خداوند عالم سے مطالبہ کرتے ہیں:

...وَاسْتَعِمْلُ حُسْنَ الظَّنِ فِي كَافِنَهُمْ۔ ترجمہ: خداوندا! مجھے توفیق عطا فرمائے ان

سب (اپنے تمام براوران دینی اور پڑو سی) کے سلسلہ میں اچھا خیال رکھوں یعنی حسن نلن رکھوں۔<sup>۲</sup>

**عذر کو قبول کرنے کا طریقہ:** متری کی معدترت کو قبول کر لینا اس کی عزت نفس کو جانے نہیں دیتا اس لئے کہ اگر مربی اس کے عذر کو قبول نہ کرے تو پھر متری کو اپنے گناہ کے ظاہر ہو جانے اور ذلیل ہو جانے کا ڈر نہیں رہ جاتا اور پھر ایسے موقع پر اس کی عزت نفس کو خطرہ ہوتا ہے اور اس کی شخصیت تباہی

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۷، بند ۱۱۸

۲۔ ایضاً، دعا ۲۶، بند ۳

کے دہانے پر پہنچ جاتی ہے۔ عذر کو قبول کر لینا تربیت کا ایک طریقہ ہے جو متربی کو عزت نفس عطا کرتا ہے۔ امام زین العابدینؑ نے دعائے اعتذار میں خداوند عالم کی بارگاہ میں اس بات کی مغفرت چاہی ہے کہ انسوں نے غلطی کرنے والے کا عذر قبول نہیں کیا:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعْتَذُرُ إِلَيْكَ... مِنْ مُسَيِّءِ اعْتَذَرَ إِلَيَّ فَلَمْ أَعْذِرْهُ۔ ترجمہ: خداوند! میں تیری بارگاہ میں اس بات کی مغفرت چاہتا ہوں کہ اگر کسی برائی کرنے والے نے مجھ سے مغفرت چاہی ہو اور میں نے اس کے عذر کو قبول نہ کیا ہو۔<sup>۱</sup>

امام علیہ السلام نے متعدد مواقع پر بندوں کی مغفرت قبول کرنے کو خداوند عالم کا طریقہ بتایا ہے چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں:

...وَ مَا آنَا بِالْوَمِ مَنْ اعْتَذَرَ إِلَيْكَ فَقَبِلْتَ مِنْهُ۔ ترجمہ: میں اس شخص سے زیادہ قابل ملامت نہیں ہوں جس نے تیری بارگاہ میں عذر کو پیش کیا اور تو نے اس کے عذر کو قبول بھی کر لیا۔<sup>۲</sup>

**عیب پوشی کا طریقہ:** عیب پوشی اور عذر کو قبول کرنا اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب متربی کی غلطی یقینی ہو اور اس کے عیب اور غلطی کو چھپانا چاہئے اور نہ صرف یہ کہ دوسروں کو بتانا نہیں چاہئے بلکہ خود اس کے سامنے بھی اس کا ذکر نہیں کرنا چاہئے اور یہ دو طریقے ایک دوسرا کو مکمل کرتے ہیں۔

متربی کے عیب کو چھپانا اور اس کے گناہوں کو پوشیدہ رکھنا اس کو بے عزتی اور بے حیائی سے بچاتا ہے اور جب تک اس کی آبرو اور حیا پس پر دہ باقی ہے اس وقت تک اس کی عزت بھی باقی ہے اور اس سے یہ امید کی جاسکتی ہے کہ آئندہ وہ اس غلطی کی تکرار نہیں کرے گا اور گناہ میں نہیں پڑے گا۔ امام علیہ السلام خداوند عالم کی اس بات پر حمد و شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے عیبوں کو پوشیدہ رکھا ہے اور گناہوں پر پر دہ ڈال رکھا ہے:

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۳۸، بند ۱

۲۔ ایضاً، دعا ۱۲، بند ۱۱

يَا إِلَهِ! فَلَكَ الْحَمْدُ فَكُمْ مِنْ عَائِبَةٍ سَتَرْتُهَا عَلَيَّ فَلَمْ تَفْضُحْنِي وَ كَمْ مِنْ دَنْبٍ  
غَطَّيْتُهُ عَلَيَّ فَلَمْ تَشْهَرْنِي وَ كَمْ مِنْ شَائِبَةٍ الْمَمْتُ بِهَا فَلَمْ تَهْتِكْ عَنِّي سِتْرَهَا وَ لَمْ  
تُقْلِدْنِي مَكْرُوهَ شَتَارِهَا وَ لَمْ تُبْدِ سَوْاتِهَا لِمَنْ يَكْتُمُ مَعَابِي مِنْ جِيَرَتِي وَ حَسَدِهِ  
نِعْمَتِكَ عِنْدِي۔ ترجمہ: اے میرے معبد! تیر اشکر ہے کہ تو نے میرے کتنے ہی عیبوں کی  
پر دہ پوشی کی اور مجھے رسوانہ کیا۔ تو نے میرے کتنے ہی گناہوں کو چھپایا اور میری تشبیہ نہ کی۔  
میں نے کتنی ہی برا بیاں کیں لیکن تو نے مجھے ذلیل نہیں کیا اور اس کی ذلت کا طوق میری  
گردن میں نہیں ڈالا اور میرے ان پڑوسیوں پر جو میرے عیبوں اور برا بیوں کی تلاش میں ہیں  
اور تیری دی ہوئی نعمتوں پر رشک و حسد کرنے والے ہیں تو نے ظاہر نہیں کیا۔

اسی طرح آپ بیسویں دعائیں خداوند عالم سے مطالبہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مجھے پارساوں کے زیور سے آرستہ کر دے کہ ان کا زیور دوسروں کے عیبوں اور برا بیوں کو چھپانا ہے۔

منذ کوہہ بیانات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام کا تربیتی نظام مختلف عناصر سے مل کر بنایا ہے جس کو ہم اسلامی متون سے حاصل کر سکتے ہیں اور ہم اسے اپنے لئے مشعل راہ قرار دے سکتے ہیں۔ صحیفہ کاملہ بھی ایک معتبر کتاب ہونے کے عنوان سے بلند ترین مضامین کی حامل ہے جو اسلامی نظام تعلیم و تربیت کے بنیادی عناصر کو اتنباط کرنے کے لئے ایک قابل اعتماد مأخذ ہے۔

### منابع و مأخذ:

- ❖ ابن منظور، لسان العرب (جلد ۱۳)، دار الحیاء، التراث العربي، بیروت، ۱۹۸۸ء۔
- ❖ باقری، خسرو، نگاری دوبارہ بر تربیت اسلامی، سازمان پژوهش و برنامه ریزی آموزشی، دفتر انتشارات مکمل آموزشی، انتشارات مدرسه، تهران، ۱۳۹۷ش
- ❖ بجنوردی، میرزا حسن، القواعد الفقیہی، مطبع الاداب، نجف، ۱۳۹۱ق
- ❖ جوادی آملی، عبد اللہ، مراحل اخلاق در قرآن، نشر اسراء، قم، ۱۳۷۷ش

- ❖ حاجی ده آبادی، محمد علی، درآمدی بر نظام تربیتی اسلام، دفتر تحقیقات وندوین متون درسی مرکز جهانی علوم اسلامی، قم، ۱۳۷۷
- ❖ شکوهی، غلام حسین، مبانی وصول آموزش و پژوهش، انتشارات آستان قدس رضوی، شرکت به نشر، مشهد، ۱۳۷۸
- ❖ طباطبائی، محمد حسین، المیزان فی تفسیر القرآن، انتشارات جامعه مدرسین حوزه علمیه قم
- ❖ فیض الاسلام (مترجم)، صحیفه کامله سجادیه، دارالکتب الاسلامیه، تهران، ۱۳۷۵
- ❖ ھوشیار، محمد باقر، اصول آموزش و پژوهش، انتشارات دانشگاه تهران، ۱۳۲۷